

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة التوبه

(۵)

(گذشتہ سے پیوستہ)

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ اذُنٌ قُلْ اذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ يَوْمِنُ بِاللّٰهِ
وَيُؤْمِنُ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةً لِّلَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُوْلَ اللّٰهِ

انھی میں وہ لوگ بھی ہیں جو (اپنی باتوں سے) پیغمبر کو دکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص تو سراپا
کان ہے۔ کہہ دو: وہ تمھاری بھلائی کے لیے کان ہے۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے، ایمان والوں پر اعتماد

۲۲۱ یعنی ہر وقت ہر شخص کی بات سننے اور اُسے مان لینے کے لیے تیار رہتا ہے۔ یہ جھوٹ کا جملہ ہے۔ استاذ امام
کے الفاظ میں، یہ مفہوم اس جملے میں یہاں سے پیدا ہوتا ہے کہ ہر ایک کی بات سن لینا جہاں آدمی کی شرافت اور کریم النفسی
کی دلیل ہے، وہیں یہ اُس کی سادگی، بھولے پن اور بے بصیرتی کی بھی دلیل ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”منافقین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ لفظ اس کے اسی مفہوم کو پیش نظر رکھ کر استعمال کرتے۔ وہ اپنی نجی
مجلسوں میں اللہ، اُس کے رسول اور آیات الہی کا مذاق اڑاتے۔ جب آں حضرت تک کسی ذریعے سے اُس کی خبر
پہنچتی اور آپ اُس پر کچھ حُکلی یا ناراضی کا اظہار فرماتے تو منافقین اپنی صفائی میں لوگوں سے یہ کہتے کہ یہ نیک آدمی
ہیں۔ جو بات کوئی شخص کان میں ڈال جاتا ہے، اُس کو سچ جان لیتے ہیں اور اُس کی بنا پر ہم جیسے وفا شعاروں اور
اطاعت گزاروں سے بدگمان ہو جاتے ہیں، ورنہ بھلا ہماری زبانوں سے اللہ و رسول کی شان میں کوئی توہین کا کلمہ

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضَوْهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ

کرتا ہے اور ان کے لیے سراسر رحمت ہے جو تم میں سے پوری سچائی کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔^{۲۲۳} (سن لو) جو اللہ کے رسول کو دکھ دے رہے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ وہ تمہارے سامنے خدا کی قسمیں کھاتے ہیں کہ تمہیں راضی کریں۔ حالاں کہ اگر وہ مومن ہیں تو اللہ اور اُس کا رسول زیادہ حق دار ہیں کہ وہ اُس کو راضی کریں۔^{۲۲۴} کیا وہ نہیں جانتے کہ جو اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرے گا، اُس

قصداً نکل سکتا ہے؟ ازراہ سخن گستری، مذاقاً اور تفریحاً بلا ارادہ تحقیر کوئی لفظ زبان سے نکل گیا ہو تو اُس کی بات اور ہے۔“ (تدبر قرآن ۵۹۸/۳)

۲۲۲ یہ نہایت بلیغ اسلوب میں منافقین کی بات کا جواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یقیناً سراپا گوش ہے، مگر کس لیے؟ تم اس رحیم و شفیق ہستی کی قدر پہچانتے تو سمجھ لیتے کہ تمہاری بھلائی کے لیے سراپا گوش ہے۔ تمہاری طرف سے کسی اچھی بات، اچھے کام اور اچھے ارادے کی خبر پہنچے تو اُس کو سننے اور ماننے کے لیے ہر وقت تیار ہے۔ تمہاری بری خبروں اور سازشوں کے لیے کی جانے والی ہر گوشیوں کو سننے کے لیے کان نہیں لگائے ہوئے ہے کہ جو کچھ ملے، اُسے قیمتی سوغات سمجھ کر اپنے دل میں محفوظ کر لے۔

۲۲۳ یعنی برائی کی کوئی بات پہنچے تو تو ہر ایرے غیرے سے سن کر اُس کو باور نہیں کر لیتا۔ ہاں، خدا پر ایمان رکھتا اور سچے اہل ایمان پر ضرور اعتماد کرتا ہے۔ چنانچہ جب اُن کی طرف سے کوئی بات پہنچتی ہے تو یقیناً باور کرتا ہے۔ وہ تمہارا بدخواہ نہیں ہے، بلکہ دیکھ سکتے ہو کہ تم میں سے جن لوگوں نے صحیح ایمان کا رویہ اختیار کیا ہے، اُن کے لیے سراپا رحمت ہے۔ خدا توفیق دے تو اپنی اصلاح کر کے تم بھی اُس کی رحمت و شفقت کے سزاوار بن سکتے ہو۔ یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ آیت میں لفظ دُئِوْمُنْ، کا صلہ ب، اور ل، دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ ب کے ساتھ یہ ایمان لانے اور ل کے ساتھ محض کسی کی بات کو ماننے اور اُس سے باور کر لینے کے مفہوم میں آتا ہے۔ ہم نے ترجمہ اسی کے لحاظ سے کیا ہے۔

۲۲۴ اصل میں دُئِوْمُوْہُ، کا لفظ آیا ہے۔ پیچھے اللہ و رسول، دونوں کا ذکر ہے، لیکن اس میں واحد کی ضمیر آگئی ہے۔ یہ اس بات کی طرف متوجہ کر رہی ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول کی رضا ایک ہی ہے۔ اس جملے میں، اگر غور کیجیے

لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْحِزْبُ الْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾
يَحْذَرُ الْمُنْفِقُونَ أَنْ تَنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ قُلِ اسْتَهِزْءُ وَا
إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مِمَّا تَحْذَرُونَ ﴿٦٣﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ
وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ

کے لیے دوزخ کی آگ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔ ۶۱-۶۳
یہ منافق ڈرتے ہیں کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نہ اتار دی جائے جو ان کے دلوں کے
بھید ان پر کھول دے۔ (ان سے) کہو: (کچھ دیر اور) مذاق اڑا لو، اللہ اُس چیز کو کھول کر رہے گا جس
سے تم ڈرتے ہو۔ (ان کے اس رویے کے بارے میں) اگر تم ان سے پوچھو گے تو کہہ دیں گے کہ ہم
تو محض سخن گستری اور دل لگی کر رہے تھے۔ (ان سے) کہو: کیا تم اللہ سے، اُس کی آیتوں سے اور اُس
تو منافقین کے رویے پر بڑی برحلم گرفت ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”... بسا اوقات آدمی کا عذر گناہ بدتر از گناہ بن جاتا ہے۔ منافقین نے اپنی صفائی پیش کرنے کے لیے جو روش
اختیار کی، وہ اُن کو اور زیادہ مجرم ثابت کرنے والی بن گئی۔ وہ راست باز ہوتے تو اللہ اور رسول کو راضی کرنے کی
کوشش کرتے نہ کہ جھوٹی قسموں کے ذریعے سے مسلمانوں کے سامنے اپنے کو معصوم اور پیغمبر کو کان کا کچا ثابت
کرنے میں لگ جاتے۔ یہ تو پیغمبر کے خلاف پروپیگنڈے کی نہایت عیارانہ مہم ہوئی۔“ (تذکرہ قرآن ۳/۵۹۹)
۲۲۵ آیت میں فَاِنَّ كَا عَطْفُ اَنَّهُ، پر ہے اور يُحَادِدُ، کا لفظ اُس مخالفت کو بیان کرتا ہے جس میں کوئی شخص
کسی کے مقابل میں دشمن بن کر کھڑا ہو جائے۔

۲۲۶ یعنی اس وقت جس رسوائی سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے یہ سارے جتن کر رہے ہیں، اُس سے بڑی
رسوائی ہے۔ یہ سوچیں کہ اُس رسوائی سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے کیا تدبیر کریں گے۔
۲۲۷ اصل الفاظ ہیں: اَنْ تَنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ، - ان میں اَعْلَى، کا صلہ بتا رہا
ہے کہ تَنْزَلَ، یہاں تَقْرَأُ عَلَيْهِمْ، کے مفہوم میں ہے، یعنی اُنھیں پڑھ کر سنادی جائے۔ پیچھے فرمایا ہے کہ منافقین
خدا کی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو اپنی معصومیت کا قائل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ اُس کا پس منظر واضح کر دیا ہے

بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِنْ نَعَفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نَعِدْكُمْ طَآئِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦١﴾
 الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ أُمَّةٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
 الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنْفِقِينَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿٦٢﴾
 وَعَدَّ اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ

کے رسول سے ہنسی دل لگی کر رہے تھے؟ باتیں نہ بناؤ، تم نے ایمان کے بعد کفر کیا ہے۔ اگر ہم تمہارے
 کسی گروہ سے درگزر بھی کر لیں گے تو دوسرے کو ضرور (اسی دنیا میں) سزا دیں گے، اس لیے کہ وہ
 (فی الواقع) مجرم ہیں۔ ۶۲-۶۱

منافق مرد اور منافق عورتیں، سب ایک ہی طرح کے لوگ ہیں۔ یہ برائی کی تلقین کرتے، بھلائی
 سے روکتے اور اپنے ہاتھ (ہر خیر کے لیے) بند رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا
 دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ منافق بڑے ہی بد عہد ہیں۔ ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کھلے
 منکروں سے اللہ نے دوزخ کی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے لیے یہی

کہ یہ سب اس اندیشے سے ہو رہا ہے کہ اس سورہ میں ان کو لب و لہجہ بدلا ہوا نظر آ رہا ہے۔ چنانچہ گھبرائے ہوئے
 ہیں کہ کہیں سارے راز بے نقاب نہ ہو جائیں۔

۲۲۸ یعنی دنیا میں درگزر کر لیں گے اور اُس کا معاملہ آخرت پر اٹھا رکھیں گے۔ یہ اس لیے فرمایا ہے کہ منافقین
 کے بہت سے گروہ تھے اور ان میں سے ہر ایک کے نفاق کی نوعیت اور ان کے شر و فساد کا درجہ بھی ایک نہیں تھا۔

۲۲۹ یعنی محض کم عقل مسخرے نہیں ہیں، بلکہ اس تمسخر سے ان کے پیش نظر یہی ہے کہ مسلمانوں کے حوصلے پست
 کر دیے جائیں اور وہ اُس جدوجہد میں ناکام ہو جائیں جو وہ پیغمبر کی قیادت میں کر رہے ہیں۔

۲۳۰ یعنی نظر انداز کر کے توفیق خیر سے محروم کر دیا۔ یہ ان کی بے توفیقی کی وجہ بیان کر دی ہے کہ وہ جب خدا کو
 بھلا بیٹھے تو خدا نے بھی اپنی سنت کے مطابق انہیں شیطان کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ دیکھ سکتے ہو کہ اب وہی ان کی
 باگ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے، انہیں جہاں چاہتا ہے، لے جاتا ہے۔

۲۳۱ اس لیے کہ انہوں نے پیغمبر سے سب و طاعت کا عہد کیا اور پھر اُسے توڑ دیا ہے۔ بظاہر یہ مسلمان ہیں لیکن

وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَآكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٦٩﴾ أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٤٠﴾

کافی ہے۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ (ایمان کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں) ^{۲۳۲}، اُنھی لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے ہو گزرے۔ وہ زور میں تم سے زیادہ اور مال و اولاد کی کثرت میں تم سے بڑھے ہوئے تھے۔ سو انھوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا اور تم نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھالیا، اُسی طرح جیسے تمہارے اگلوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا تھا اور تم نے وہی بخشیں کیں، جیسی اُنھوں نے بخشیں کی تھیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی نامراد ہونے والے ہیں۔ کیا انھیں اُن لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے گزرے۔ ^{۲۳۳} نوح کی قوم، عاد و ثمود، ابراہیم کی قوم، ^{۲۳۴} مدین والوں اور اُن بستیوں کی خبر جنھیں الٹ دیا گیا۔ ^{۲۳۵} اُن کے رسول اُن کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے۔ سو ایسا نہ تھا کہ اللہ اُن پر ظلم کرتا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے

پس پردہ اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی کے درپے ہیں۔

^{۲۳۲} یہاں سے خطاب براہ راست ہو گیا ہے جس سے کلام میں زیادہ شدت پیدا ہو گئی ہے۔

^{۲۳۳} یہ کَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ کے اجمال کی تفصیل ہے۔

^{۲۳۴} اس سے ابراہیم علیہ السلام کی وہ قوم مراد ہے جسے اُنھوں نے دعوت دی، مگر اُس نے اُن کی یہ دعوت رد کر دی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ اُس کو چھوڑ کر نکل آئے۔ ابراہیم علیہ السلام نبوت کے ساتھ رسالت کے منصب پر بھی فائز تھے۔ قرآن نے جس طریقے سے یہاں اُس قوم کا ذکر کیا ہے، اُس سے واضح ہے کہ اُن سب قوموں کی طرح

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ
سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤١﴾ وَعَدَلَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكَنٌ طَيِّبَةٌ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ
مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٤٢﴾

رہے۔ ۶۷-۷۰

مومن مرد اور مومن عورتیں، (وہ بھی) ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ (ان منافقوں کے برخلاف) وہ بھلائی کی تلقین کرتے اور برائی سے روکتے ہیں، نماز کا اہتمام کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ عنقریب اپنی رحمت سے نوازے گا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اللہ زبردست ہے، وہ بڑی حکمت والا ہے۔ ان مومن مردوں اور مومن عورتوں سے اللہ کا وعدہ ہے ان بانگوں کے لیے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور ابد کے بانگوں میں پاکیزہ مکاناتوں کے لیے۔ اور خدا کی خوشنودی، وہ سب سے بڑھ کر ہے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔ ۷۱-۷۲

جن پر رسولوں کے ذریعے سے اتمام حجت کیا گیا، ان کی ہجرت کے بعد وہ بھی عذاب کی زد میں آگئی تھی۔

۲۳۵ اس سے قوم لوط کی بستیاں مراد ہیں۔ قرآن کے دوسرے مقامات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

[باقی]